© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

انسانی حقوق اور اسلامی ریاست

سید جلال الدین عمری

اس دنیا میں طاقتور اور کمزور دونوں طرح کے انسان آج بھی ہیں، کل بھی تھے اور آئندہ بھی رہیں گے۔ انسان کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ طاقتور اپنی طاقت کا غلط استعمال نہ کرے اور کمزوروں کے ساتھ محبت، ہمدردی، تعاون اور دست گیری کا رویہ اختیار کرے۔ طاقتور کی طاقت، کمزور کی کمزوری رفع کرنے اور اُسے اوپر اٹھانے میں صرف ہو، طاقتور اسے اس قابل بنائے کہ زندگی کی دوڑ میں وہ پیچھے نہ رہ جائے لیکن ماضی کی شہادت اور حال کا مشاہدہ ہے کہ زیادہ تر حالات میں فطرت کا یہ مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ طاقتور کے ہاتھ میں بے شمار حقوق اور اختیارات جمع ہوتے چلے گئے، کمزور کو ان کا بہت تھوڑا حصہ ملا یا بالکل نہیں ملا۔ طاقتور کو طاقت کے نشہ میں اپنی ذمہ داریاں یاد نہیں رہیں اور کمزور ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبتا چلا گیا۔ طاقتور نے اپنے حقوق و اختیارات کا بے تحاشا استعمال کیا اور کمزور اپنی محرومی پر آنسو بہاتا رہا۔ کبھی تو اسے مضبوط اور طاقتور ہاتھوں نے اس طرح دبایا اور کچلا کہ سسکنے، تڑپنے اور فریاد کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ اس طرزِ عمل کا ایک شاخسانہ یہ رہا کہ مختلف ادوار میں اور زمین کے مختلف خطوں میں اصحابِ حقوق اور اصحابِ فرائض کے مستقل طبقات وجود میں آتے چلے گئے۔ ایک طرف وہ گروہ تھا جو گردوپیش کے تمام وسائل کا مالک و مختار تھا دوسری طرف وہ طبقہ تھا جو ہر چیز سے محروم تھا، ایک جانب آسائش و راحت اور عیش و عشرت تھی اور دوسری جانب زندگی اپنے وجود اور بقا کے لیے تڑپ رہی تھی، طاقتور طبقہ کے ہاتھ میں اقتدار، حکومت، قانون، علم و فن، وسائلِ معیشت اور تہذیب و معاشرت سب کچھ تھا۔ اسی میں سے فرماں روانِ مملکت، امراء و رؤسائے سلطنت، فوجی جرنیل، علوم و فنون کے ماہر، تہذیب کے معمار،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور سماج کے صورت گر پیدا ہوئے اور بہر در و بام کے مالک بن بیٹھے، کم زور طبقہ ان میں سے کسی بھی چیز کا اپنے لیے تصور نہیں کرسکتا تھا۔ وہ زندہ بھی تھا تو صرف اس لیے کہ طاقتور طبقہ کو اس کی ضرورت تھی۔ وہ بے روح مشین کی طرح اس کی قوت میں اضافہ کا سبب بنا رہا۔ طاقتور کے پاس ایسے بہت سارے حقوق جمع ہوتے چلے گئے جن کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے اور کم زور اپنے جائز حقوق سے بھی محروم تھا۔ وہ اس کے لیے جدوجہد کیا معنی اس کا ذکر بھی اپنی زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ بعض اوقات اس کا سلسلہ اتنا دراز ہوتا چلا گیا کہ دونوں طبقات نے اسے قانون فطرت سمجھ لیا۔ طاقتور طبقہ نے سمجھایا اسے باور کرادیا گیا کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس کے ذاتی استحقاق کی بنا پر ہے اور بلا شرکت غیرے وہ اس کا مالک و مختار ہے اور کم زور طبقہ اپنی محرومی پر قانع و صابر ہوتا چلا گیا کہ یہی اس کی قسمت میں ازل سے لکھا گیا ہے۔ کبھی ان کے درمیان کشمکش اور تصادم بھی رہا ہے، بغاوت بھی ہوئی ہے لیکن صورت حال میں بہت زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے۔ یہ تصویر جتنی بھیانک ہے اسی قدر بھیانک یہ سوال ہے کہ کیا نوع انسانی کی تاریخ ظلم و ستم ہی کی تاریخ ہے؟ کیا اس نے عدل و انصاف اور فضل و احسان کی فصل بہار کبھی نہیں دیکھی؟ کیا اس طویل مدت میں اولاد آدم کی اکثریت اپنے حقوق سے بے خبر اور ناآشنا ہی رہی یا ان سے محرومی ہی اس کے حصہ میں آئی؟ کیا ان حقوق کی حمایت میں کبھی کوئی آواز بلند نہیں ہوئی اور ان کے لیے جدوجہد کرنے والے اور حق دار کو حق دلانے اور اسے ادا کرنے والے نہیں پیدا ہوئے؟

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دنیا نے عدل و انصاف کی مثالیں ضرور دیکھی ہیں لیکن زیادہ تر ظلم کی تاریخ ہی رقم ہوتی رہی ہے۔ اصحاب اقتدار اور طاقتور طبقات اس کے سیاہ اوراق میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں زیادہ زمانہ نہیں گزرا صرف چند صدی قبل حقوق انسانی کا تصور شدت سے ابھرا، اس کے لیے جدوجہد شروع ہوئی اور اس نے بہت جلد ایک عمومی تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ اس کا مرکز یورپ خاص طور پر برطانیہ اور فرانس تھے۔ بعد میں امریکہ نے بھی اس سمت میں پیش رفت کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی تاریخ بارہویں صدی سے شروع ہوتی ہے۔ جب کہ شاہ کانکرڈ ثانی Concarol II نے ایک منشور کے ذریعہ پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کیے۔
۱۱۸۸ء میں شاہ الفانسو نہم Alfanso IX سے حبس بے جا کے عدم جواز کا اصول تسلیم کرایا گیا۔
۱۷۶۶ء میں فرانس کے معروف مفکر روسو Rovsseave نے معاہدۂ عمرانی لکھی۔ اسے انقلاب فرانس کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد پر ۱۷۸۹ء میں فرانس کا منشور حقوق انسانی Declaration of the Rights of Man سامنے آیا۔
۱۷۷۶ء میں امریکی ریاست ورجینیا میں منعقدہ اجتماع نے George Mosion کا مرتب کردہ منشور حقوق انسانی منظور کیا۔
اس سلسلہ کی اور بھی نمایاں کوششیں ہیں۔ اقوام متحدہ نے بھی مختلف مواقع پر اس سلسلہ میں قراردادیں منظور کیں۔ آخر میں ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اس نے عالمی منشور حقوق انسانی The Universal Declaration of Human Rights. پاس کیا دنیا کی بیشتر قوموں نے اس کی تائید کی۔ جن قوموں نے تائید نہیں کی انھوں نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اس پہلو سے اسے اقوام عالم کا متفقہ منشور کہا جاتا ہے۔ کوئی بھی حکومت اس کا انکار یا مخالفت نہیں کر رہی ہے۔ اسے حقوق انسانی کی تاریخ میں ایک انقلابی قدم سمجھا جاتا ہے۔
حقوق انسانی کے اس عالمی منشور میں فرد کی آزادی، عدل و انصاف اور مساوات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے ساتھ سیاسی حقوق کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ اس میں فرد کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ مساوات ہو، کسی کو اس سے برتر اور بلند تر نہ سمجھا جائے۔ اسے جان اور مال کا تحفظ حاصل ہو، اس پر کسی قسم کا جبر و تشدد نہ روا رکھا جائے اور اسے عدل و انصاف ملے۔ اسی طرح عقیدہ اور مذہب، اظہار خیال، تنظیم اور جماعت سازی، سفر اور نقل مکانی، اپنی مرضی سے شادی بیاہ اور خاندان بسانے کو اس کا حق مانا گیا ہے۔ تعلیم، حکومت میں شرکت، ملازمت، راحت اور آرام، خلوت اور نجی زندگی میں عدم مداخلت کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔

اس منشور کی یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ یہ فرد کو بعض بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے۔ اس میں حکمراں طبقہ کے جور و ستم سے شہریوں کو محفوظ رکھنے کی تدبیر کی گئی ہے۔ طاقت کا سرچشمہ عوام کو بتایا گیا اور حکمرانوں کو ان کے سامنے جواب دہ قرار دیا گیا ہے۔ عدل وانصاف کے حصول کو آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ فرد کو تعلیم، ترقی اور خوش حالی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں بعض بنیادی خامیاں بھی ہیں۔ ان سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ان خامیوں کی وجہ سے اس سے متوقع نتائج برآمد نہیں ہو پا رہے ہیں۔

اس منشور کے پیچھے کوئی قوت نافذہ نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں کوئی ایسی بالاتر قوت نہیں ہے جو کسی قوم کو اس کا پابند بنائے۔ اس پہلو سے بعض اوقات اس کی حیثیت محض پند و موعظت اور اخلاقی تلقین کی ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں بھی جو اسے ایک مقدس صحیفہ سمجھتے اور اس کے گن گاتے رہتے ہیں، حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔

ان حقوق کی نگرانی کرنے والے دنیا میں بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں اور مفید خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں ایک European court of Human Rights ہے۔ اس میں یورپ کے ۳۸ ممالک حقوق انسانی کی پامالی سے متعلق مقدمات درج کراتے ہیں۔ گزشتہ سال ۱۷۷۷ درخواستیں وہاں پہونچیں۔ ان میں جن چھ ممالک کی شکایات دوسرے ملکوں سے زیادہ ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔	TURKEY	1825
۲۔	ITALY	1191
۳۔	POLAND	861
۴۔	U.K.	588
۵۔	FRANCE	471
۶۔	AUSTRALIA	365

۱۲۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان مہذب ممالک میں داخلی طور پر حقوق انسانی کی خلاف ورزی جس پیمانہ کی ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ بین الاقوامی سطح پر وہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ طاقتور اقوام کو، جنھیں ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے، ان کا پابند بنانا کمزور قوموں کے بس کی بات نہیں ہے۔ الجیریا، فلسطین، کوسووو، بوسنیا، عراق وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ فلسطین میں جس طرح حقوق انسانی کی پامالی ہو رہی ہے اسے اقوام متحدہ کی جانچ ٹیم کے ذمہ داروں نے تسلیم کیا ہے۔

یہ منشور فرد اور ریاست کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تعین نہیں کرتا۔ اس سے یہ بات واضح نہیں ہے کہ فرد کے حقوق کے حدود کیا ہیں اور کہاں سے ریاست کے اختیارات شروع ہو جاتے ہیں۔

مذہب کے معاملے میں بھی اس کا رویہ غیر واضح ہے۔ اس میں فرد کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کو اختیار کر سکتا اور اس پر عمل کر سکتا ہے، لیکن اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ مذہب انسان کے حقوق و فرائض کا بھی تعین کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ ان پر عمل کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا یا خاص دائرہ ہی میں کر سکتا ہے تو مذہبی آزادی کے کیا معنیٰ ہیں؟

یہ منشور اس تصور کے تحت وجود میں آیا ہے کہ انسان آزاد ہے اور وہ اپنے لیے خود قانون بنا سکتا ہے۔ اسے کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک غیر مذہبی یا سیکولر منشور ہے۔ اس میں فطری طور پر سیکولر نظریات کے ابھرنے، اس نوع کی تحریکوں کے قائم ہونے، فروغ پانے اور اس سے ہم آہنگ کردار کی تبلیغ و اشاعت کے زیادہ مواقع ہیں۔ عملاً یہی ہو بھی رہا ہے۔ حریتِ فکر اور فرد کی آزادی کے نام پر الحاد اور خدا بیزاری، وحی و رسالت اور آخرت کے انکار کا ذہن بن رہا ہے۔ مخرب اخلاق تحریکیں چلانے، دنیا کو ایک خاص تہذیب اور کلچر کا عادی بلکہ پابند بنانے کی بھرپور کوشش ہو رہی ہے۔ اسے ترقی اور روشن خیالی سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کسی دینی تحریک کے چلانے اور دینی اور اخلاقی قدروں کی ترویج و اشاعت کے مواقع محدود سے محدود تر ہیں۔ اس کی گنجائش نکلے بھی تو اس کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ہیں، ان کے خلاف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ فضا بنائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتی ہے اور ان کی بدترین تصویر پیش کی جاتی ہے۔ دقیانوسیت اور بنیاد پرستی کے الزامات لگا کر انھیں ناقابلِ قبول ٹھہرایا جاتا ہے اور موقع ملنے پر طاقت کے ذریعہ ان کو ختم کرنے کی بدترین تدبیریں بھی کی جاتی ہیں۔ آزادیٔ فکر کے سارے دعوے یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔

انسانی حقوق کے سلسلے میں آج دنیا میں جو بہترین مساعی ہو رہی ہیں اور اس کے ساتھ ان کی بدترین خلاف ورزی جس بڑے پیمانے پر ہو رہی ہے اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس وقت پیش نظر یہ ہے کہ حقوق انسانی کے موضوع پر اسلامی فکر کو کسی قدر تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ یہ محض عقیدت ومحبت یا جذباتی تعلق کا اظہار نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے جس وسعت اور گہرائی، بصیرت اور ژرف نگاہی سے اس کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے اس کی نظیر کسی منشور اور کسی دستور میں نہیں پائی جاتی۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ دنیا نے بہت سے معاملات میں جس طرح اسلام سے فیض اٹھایا ہے اسی طرح اس معاملہ میں بھی اس کی توجیہیں ہے۔ البتہ اس کے اعتراف کی ہمت یا ظرف ابھی اسے حاصل نہیں ہے۔ اسلامی فکر کا پورا تتبع نہ ہونے کی وجہ سے موجودہ ذہن افراط وتفریط اور بے اعتدالی کا شکار رہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی نشاندہی کی جائے اور اسلامی فکر میں جو اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے اسے نمایاں کیا جائے۔

اسلام اس تصور کے خلاف ہے کہ انسان ایک طویل عرصہ تک ظلمت اور تاریکی میں رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اسے علم وفکر کی روشنی ملی۔ اس کے نزدیک انسانِ اول بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے ساتھ اس زمین پر آباد ہوا۔ اس کے بعد ہر دور میں اس کی ہدایت اور رہنمائی کا انتظام ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اسے حقوق اللہ اور حقوق العباد سے باخبر کرتے رہے۔ انھوں نے ایک طرف یہ بتایا کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق عائد ہوتا ہے، دوسری طرف بندوں کے حقوق کی وضاحت کی۔ ان کی تعلیمات میں خدائے واحد کی عبادت سے لے کر حسب حال نظام شریعت بھی رہا ہے۔ اگر انسان نے خدا کا حق ادا نہیں کیا تو اس پر انھوں نے تنقید کی۔ شرک کو مٹایا اور توحید کو قائم کیا۔ انسان نے انسان کے حقوق پر شب خون مارا تو اس کے خلاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی انھوں نے آواز اٹھائی، ظلم و انصاف کے خاتمہ اور عدل وانصاف کے قیام کے لیے ان کی مساعی جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اقتدار عطا کیا تو حق دار کو اس کا حق دلایا اور سماج میں عدل وانصاف کو عملاً قائم کیا۔ انسان کی تاریخ کے ساتھ وحی و رسالت کی تاریخ جڑی ہوئی ہے۔ اس سے صرف نظر کر کے اس کا مطالعہ ناقص اور ادھورا ہوگا۔

اسلام نے انسان کو کیا حقوق دئے ہیں اور کس حد تک دئے ہیں اس کے تفصیلی مطالعہ سے پہلے خود انسان کے بارے میں اس کے نقطۂ نظر کو سمجھنا ہوگا۔ اس لیے کہ یہ سارے حقوق اسی نقطۂ نظر کے تابع ہیں۔ وہ اس کے فطری اور منطقی نتائج کے طور پر ابھرتے اور اسی کی بنیاد پر تفصیلی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے پہلے اس بات کی کوشش ہوگی کہ انسان کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جائے، اس کے بعد اس کے حقوق کا ذکر ہوگا۔

۱۔ اسلام اس حقیقت کو پوری قوت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ زمین و آسمان اور یہاں کی ہر چیز اس کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے۔ اس میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ انسان اس زمین پر اس کا خلیفہ اور نائب ہے (البقرہ: ۳۰) اس کا کام اس کے احکام کی تعمیل اور ان کا نفاذ ہے۔ اسی میں اس کا امتحان ہے۔ اس حقیقت پر ایمان لانے اور اسے تسلیم کرنے سے سماجی زندگی میں زبردست انقلابی تبدیلی رونما ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چھوٹی بڑی چیز پر سے کسی فرد واحد، خاندان یا ادارہ کی مطلق ملکیت اور اجارہ داری ختم ہو جاتی ہے انسان یہ مان کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ اصل مالک وہی ہے۔ وہ اس کے استعمال میں اس کی مرضی اور اس کے احکام کا پابند ہے۔ اس میں آزادانہ تصرف اس کے لیے ناجائز ہے یہاں جو شخص جس حیثیت میں ہے اسی حیثیت میں اس کا امتحان ہو رہا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ	وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں
خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ	خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے مقابلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام: ۱۶۵)

میں بعض کے درجات بلند کیے تاکہ تم کو ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک تمہارا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ غفور و رحیم ہے۔

اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ (ملک: ۲)

وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔

۲۔ اس دنیا میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی مشیت کارفرما ہے، یہاں جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے اسی کی مشیت سے پیدا ہوتا ہے، وہ اس کے لیے کم یا زیادہ جتنی حیاتِ مستعار چاہتا ہے عطا کرتا ہے پھر اسی کے فیصلے کے تحت انسان یہاں سے اٹھالیا جاتا ہے اور اس کا سفر آخرت شروع ہو جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

اے لوگو! اگر تم کو بعث بعد الموت کے بارے میں شک ہے (تو دیکھو) کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر مضغۂ گوشت سے جس کا نقشہ مکمل اور نامکمل ہوتا ہے تاکہ اپنی قدرت تم پر واضح کر دیں اور ہم تم کو ماؤں کی رحموں میں جب تک چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رکھتے ہیں پھر ہم تم کو حالت طفلی میں نکالتے ہیں پھر جوانی کی عمر تک لے جاتے ہیں تاکہ تم جوانی کے زور اور قوت تک پہونچو۔ تم میں سے کسی پر موت آجاتی ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط (حج: ۵)

کوئی ارزل عمر کو لوٹا دیا جاتا ہے تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جاننے کی حالت کو پہونچ جائے۔

یہی حقیقت سورہ غافر میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ج وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (غافر: ۶۷)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر وہ تم کو بچہ کی حالت میں نکالتا ہے پھر مہلت دیتا ہے کہ تم (اپنی جوانی کے) زور کو پہنچ جاؤ۔ پھر تم بوڑھے ہو جاؤ۔ تم میں سے کوئی اس سے پہلے ہی وفات پا جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہونچو اور شاید تم غور وفکر کرو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وسیع کائنات انسان کے لیے انتہائی موزوں بنائی ہے اس میں اس کی حیات دنیا کا بہترین ساز و سامان ہے۔ بحر و بر اس کے لیے مسخر کر دیے گئے ہیں۔ زمین اس کے لیے مستقر ہے وہ اس طرح بنائی گئی ہے کہ اس پر رہ سکے اور زندگی گزار سکے، وہ یہاں کی ہوا اور پانی سے، سورج کی گرمی اور چاند کی ٹھنڈک سے، شب و روز کی گردش سے، سمندر کی گہرائی اور دریا کی روانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اسے اپنے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حق دیا ہے کہ وہ بہ حیثیت انسان بغیر کسی روک ٹوک کے اس کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعہ تمہارے لیے پھلوں کا رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا تاکہ سمندر میں اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

(ابراہیم: ۳۲-۳۴)

حکم سے چلیں اور تمہارے لیے نہریں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو ہمیشہ گردش میں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا اور تمہیں وہ سب چیزیں دیں جو تم نے (تمہاری فطرت نے) طلب کیں۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

(لقمان: ۲۰)

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے وہ ساری چیزیں مسخر کر دیں (خدمت میں لگا دیں) جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔

یہ اللہ کا دیا ہوا حق ہے اس کی ان نعمتوں کو کوئی اس سے سلب نہیں کر سکتا، اگر سلب کرتا ہے تو بدترین ظلم کا ارتکاب کرتا ہے اور اپنے حدود سے تجاوز کرتا ہے۔

۴۔ انسان خدائے واحد کا بندہ ہے۔ اسی کی بندگی اور اطاعت اسے کرنی چاہیے۔ وہ یہاں کسی کا غلام نہیں ہے، لہٰذا اس کا حق ہے کہ وہ ہر غلامی سے آزاد ہو اور فی الواقع اسے آزاد ہونا بھی چاہیے۔ کسی فرد بشر کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کسی فرد کو اپنا غلام بنائے اور اپنی بندگی پر اسے مجبور کرے۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ یہی کیا تھا۔ اس نے ان کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اس سے کہا کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کی دعوت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ بنی اسرائیل کو جس عذاب میں اس نے ڈال رکھا ہے اس سے باز آجائے اور مصر سے نکل جانے دے۔ اس کے جواب میں فرعون نے اپنے ان احسانات کا ذکر کیا ہے جو اس نے حضرت موسیٰؑ پر ان کے ابتدائی دور میں کئے تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۝ (شعرا: ۲۲)	اور کیا یہ وہ احسان ہے جو تو مجھ پر جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیلؑ کو غلام بنا لیا ہے۔

مطلب یہ کہ کسی فرد واحد کے ساتھ ہمدردی اور انسانیت کا برتاؤ اس امر کا جواز نہیں فراہم کرتا کہ اس کی پوری قوم کو جبر کے شکنجہ میں کس لیا جائے اور غلامی کی زندگی پر اسے مجبور کیا جائے۔ اس کی آزادی کا حق اپنی جگہ قائم ہے اور قائم رہے گا۔ مجھ پر جس احسان کا تو ذکر کر رہا ہے اس کی اصل وجہ بھی یہی تھی کہ اس غلام قوم کی نسل کشی کی جو تدبیر تو کر رہا تھا۔ اس سے میں محفوظ رہا اور تو سمجھ نہ سکا کہ میں بھی اسی قوم کی اولاد ہوں۔

حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور بنی اسرائیل کی آزادی کے مطالبہ کو فرعون نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ اس نے کہا موسیٰ (اور ان کے بھائی ہارون) کا تعلق تو ہماری غلام قوم سے ہے۔ انھیں ہم کیسے اللہ تعالیٰ کا رسول اور اپنا راہنما مان سکتے ہیں؟ فرعون اور اس کی قوم کا نسلی غرور اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول کرنے کی راہ میں مانع ہوا اور وہ غرق دریائے نیل کر دئے گئے۔

فَقَالُوٓا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَٰبِدُونَ ۝ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ ٱلْمُهْلَكِينَ ۝ (المومنون: ۴۷، ۴۸)	انھوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں (حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ) پر ایمان لے آئیں جب کہ ان کی قوم ہماری ماتحت اور تابعدار ہے پس ان لوگوں نے ان دونوں کی تکذیب کی اور ان قوموں میں شامل ہو گئے جو ہلاک کر دی گئیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ سیاسی غلامی کے ساتھ مذہبی غلامی کا بھی اسلام مخالف ہے۔ اس نے پروہتوں اور پجاریوں کے مذہبی ادارہ کو ختم کیا اور یہ بتایا کہ انسان خدا سے اس کے پیغمبروں کی ہدایت کے تحت براہِ راست تعلق قائم کرسکتا ہے، اسے یاد کرسکتا ہے، اس کی عبادت کرسکتا ہے، اس کے لیے نذر و نیاز اور قربانی پیش کرسکتا ہے، مشکلات میں اس کی طرف رجوع کرسکتا ہے، اس سے دعائیں کرسکتا ہے اس کے لیے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ٥ (بقرۃ: ۱۸۶)	جب تم سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو بتا دو کہ میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں پس ان کو بھی میرا حکم ماننا چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے۔ اس سے امید ہے کہ وہ ہدایت پائیں گے۔
اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِىْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ٥ (زمر: ۳)	سن لو! اللہ ہی کے لیے ہے بندگی جو خالص ہو۔ جن لوگوں نے اسے چھوڑ کر حمایتی بنا رکھے ہیں ان کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں خدا سے قریب کردیں۔ بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان ان امور میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور حق کو نہ ماننے والا ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان کو سیاسی اور مذہبی کسی بھی حیثیت سے محکوم بنانا قطعاً ناجائز ہے، اس کا حق ہے کہ اسے آزادی کی نعمت ملے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی دوسری بے شمار مخلوقات پر شرف وفضیلت عطا کی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ	ہم نے بنو آدم کو عزت دی اور خشکی
حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	اور تری کے لیے ان کو سواری دی
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ	اور ان کے کھانے کے لیے پاک چیزیں
وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ	عطا کیں اور اپنی مخلوقات میں سے بیشتر
خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ (اسراء: ۷۰)	پر ان کو فضیلت عطا کی۔

انسان کو دوسری مخلوقات پر جو شرف وفضیلت حاصل ہے، اس کے بعض پہلوؤں کا خود قرآن مجید نے صراحتاً ذکر کیا ہے اور بعض کی طرف اشارات کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین خلقت عطا کی ہے وہ اپنی جسمانی ساخت، شکل وصورت، قدوقامت، اعضاء وجوارح کے تناسب اور ظاہری ہیئت کے لحاظ سے دنیا کی حسین ترین مخلوق ہے۔

سورۂ 'تین' میں ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ	ہم نے انسان کو بہت خوبصورت
فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (تین: ۴)	طریقہ سے پیدا کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ	اس نے تمہاری صورت گری کی اور تمہیں
(التغابن: ۳)	بہت اچھی شکل وصورت عطا کی۔

ایک اور موقع پر فرمایا:۔

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ	وہ خدا جس نے تجھے پیدا کیا تیرے
فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ	اعضاء وجوارح کو ٹھیک کیا۔ ان میں
مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝	توازن اور اعتدال رکھا اور جس صورت
(الانفطار: ۷-۸)	میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

وہ حیوان ناطق ہے، اس کو قوتِ گویائی عطا کی گئی ہے، وہ بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنی زبان کے ذریعہ اپنا مافی الضمیر ادا کرسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ (رحمٰن: ۴-۳)
اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے گویائی سکھائی۔

قلم کے ذریعہ بھی وہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (علق: ۴)
جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔

یہ امتیاز کسی جانور کو حاصل نہیں ہے کہ وہ زبان و قلم کا مالک ہو اور ان کے ذریعہ اپنے خیالات دوسروں تک منتقل کر سکے۔ یہ چیز انسان سے چھن جائے تو وہ جانور کی سطح پر آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے اچھے جسم کے ساتھ دل و دماغ بھی عطا کیا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ (سجدہ: ۹)
اس نے تمہیں کان، آنکھ اور دل عطا کیے لیکن تم بہت کم اس کا شکر ادا کرتے ہو۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (نحل: ۷۸)
اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا کہ تم کوئی چیز نہیں جانتے تھے۔ (پھر) اس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے (جن کے ذریعہ تم بہت سی چیزوں کو جاننے لگے) تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

وہ سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ واقعات سے نتائج اخذ کرتا اور نت نئے تجربات کرتا ہے۔ جدید سے جدید تر صنعت و حرفت اس کی مرہون منت ہے۔ حیرت انگیز ایجادات و اختراعات اس کے ذریعہ جنم لیتے ہیں اور وہ اپنے لیے نئے نئے وسائل حیات تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس طرح مادی ترقی اور خوش حالی کی طرف اس کی پیش رفت ہوتی رہتی ہے۔

عقل کے ذریعہ انسان برے بھلے کے درمیان فرق کرتا ہے، اعمال کے حسن و قبح اور درست و نادرست کا فیصلہ کرتا ہے، معاملات میں اپنی رائے قائم کرتا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی مرضی سے کسی ایک پہلو کو اختیار کرتا ہے یہی خوبی انسان کو ایک ذمہ دار فرد بناتی ہے انسان کی شرف و منزلت کا ایک پہلو یہ بیان ہوا ہے کہ اس کے لیے صاف ستھری اور پاکیزہ غذا رکھی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ گندی اور ناپاک غذائیں اس کی فطرت سے میل نہیں کھاتیں اور وہ اس کے لیے مضر صحت اور نقصان دہ ہیں، جن غذائی اشیاء کو وہ ان کی اصل حالت میں استعمال کرتا ہے وہ بھی صاف ستھری ہونی چاہئیں اور جن چیزوں کو وہ اپنی اصل حالت میں استعمال نہیں کرتا اور پخت وپز کے ذریعہ انھیں مناسبِ حال خوش ذائقہ اور ہضم کے قابل بنا کر استعمال کرتا ہے انھیں بھی گندگی سے پاک صاف ہونا چاہئے۔

یہ انسان کی عزت و تکریم کے بعض پہلو ہیں۔ ان کی خلاف ورزی اس عزت و تکریم کے منافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے، اس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرنا سراسر ظلم ہوگا جس کی وجہ سے اس کا مقام انسان کی سطح سے گر کر جانور کی سطح تک پہونچ جائے، اسلام ہر اس چیز کا مخالف ہے جو احترام آدمیت کے خلاف ہے۔ فقر و فاقہ، غذا کی کمی یا ناپاک اور گندی غذاؤں کے استعمال پر اس کا مجبور ہونا، غیر معمولی اور ناقابلِ برداشت محنت و مشقت کا بوجھ اس پر ڈالنا، اس کے لیے طبی سہولیات کا نہ ہونا، یا ایسی سزائیں دینا جس سے اس کا جسم اپنی فطری ساخت کھو بیٹھے، یہ سب اس کے خلقی حسن کو بگاڑنے کے ہم معنی ہے۔ اسلام اس غیر انسانی روش کی کسی حالت میں اجازت نہیں دیتا، اسی طرح انسان کو علم کی روشنی سے محروم رکھنا، ایسا رویہ اختیار کرنا جس سے اس کی فکر کو بالیدگی نہ مل سکے اور اس کی دماغی اور فکری صلاحیتیں منجمد ہو کر رہ جائیں ناروا ہوگا۔ یہ سب انسان کی تکریم کے لازمی تقاضے ہیں۔ اسلام ان سب کی بحسن وخوبی تکمیل چاہتا ہے۔

انسان اجتماعیت پسند ہے، سب سے کٹ کر الگ تھلگ زندگی گزارنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ وہ سماج کا ایک حصہ بن کر رہنا چاہتا ہے۔ سماج اس کی بنیادی ضرورت بھی ہے، اس کی ضروریاتِ زندگی اسے سماجی زندگی گزارنے پر مجبور کرتی ہیں، وہ دوسروں کے تعاون ہی سے اپنی ضروریات پوری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر سکتا ہے، سماج کے ایک فرد کی حیثیت سے وہ کچھ حقوق رکھتا ہے اور اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ اس کے ان حقوق کو ادا کرنا کسی بھی مہذب سماج کے لیے لازم ہے، اور جو ذمہ داریاں سماج کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ انھیں پوری کرے۔ یہ حقوق اور ذمہ داریاں فرد پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ خاندان، سماج اور قبیلہ کا بھی اس میں حصہ ہے اور ریاست کو بھی اس میں اپنا کردار ادا کرنا لازمی ہے۔

ان حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کون کرے گا؟ کیا فرد خود سے اس کا تعین کرے گا یا کسی دوسرے فرد کو اس کا حق حاصل ہوگا یا معاشرہ کی روایات سے اس کا تعین ہوگا یا ریاست اس کا فیصلہ کرے گی یا ان میں سے ہر ایک کا دائرہ الگ الگ ہے اور سب مل کر اس کا فیصلہ کریں گے؟ اسلام اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ اس کے تعین کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہی قانون ساز ہے قانون دینے کا حق اسی کو حاصل ہے، وہی ہر ایک کا حق بھی متعین کرتا ہے اور ذمہ داریاں بھی واضح کرتا ہے۔ فرد، سماج اور ریاست سب اس کے پابند ہیں۔ قانون سازی کا حق اس نے نہ کسی فرد کو دیا ہے، نہ کسی مذہبی شخصیت اور ادارہ کو اور نہ معاشرہ اور ریاست کو۔ بعض اوقات اسے مذہبی تقدس کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ اسلام نے اسے غلط اور باطل قرار دیا۔

اہل عرب نے خود سے چیزوں کو حلال یا حرام قرار دے کر اسے خدا کے قانون کی حیثیت دے رکھی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ یہ صرف اللہ کا اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کی حرمت یا حلّت کا فیصلہ کرے۔ کسی کا خود سے یہ کام کرنا اور کر کے اسے اللہ کی طرف منسوب کرنا افترا پردازی ہے۔ اس کے مرتکب دنیا اور آخرت میں فلاح نہیں پائیں گے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ	تمہاری زبانیں جو جھوٹ بولتی ہیں
اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا	اس کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام
حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا	ہے۔ اس طرح تم اللہ پر جھوٹی تہمت
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ	لگاؤ گے۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹی افترا پردازی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ

کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

(نحل: ۱۱۶)

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء، فقہاء اور مشائخ کو مطلق قانون سازی کا حق دے رکھا تھا۔ وہ جواز و عدمِ جواز کے آزادانہ فیصلہ کرتے۔ وہ جس چیز کو جائز کہتے وہ جائز ہو جاتی اور جس چیز کے ناجائز ہونے کا فرمان صادر کرتے وہ ناجائز ہو جاتی۔ قرآن نے اس پر سخت گرفت کی اور کہا کہ کسی عالم، فقیہ یا فقیر اور درویش کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ شارع اور قانون ساز بن بیٹھے۔ یہ کام صرف اللہ کا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شریعت اور قانون عطا کرے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (توبہ: ۳۱)

انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبان کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو حکم دیا گیا کہ وہ الٰہ واحد کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پاک ہے اس کی ذات شرک سے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

اہلِ کتاب کو توریت عطا کی گئی اور یہ ہدایت کی گئی کہ اس کی روشنی میں زندگی گزاریں اور اپنے معاملات کے فیصلے کریں۔ اس کے ابتدائی حاملین کا اس پر عمل تھا۔ انھوں نے اس کی پوری پابندی کی اور دنیا کے سامنے اس کے گواہ اور شاہد بن کر رہے۔ لیکن جب بگاڑ آیا تو خدا کی کتاب پیچھے چلی گئی اور اس سے آزاد فتووں اور فیصلوں نے کتاب اللہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ اسی سے ان کے کفر و ضلالت اور تباہی کا آغاز ہوا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ

ہم نے توریت نازل کی، اس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء، جو اللہ کے فرماں بردار تھے اور ان کے درویش اور عالم یہود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ٥ (مائدہ: ۴۴)

کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے۔ اس لیے کہ ان سے اللہ کی کتاب کی حفاظت کا مطالبہ کیا گیا تھا اور وہ اس کی گواہی دینے والے بنائے گئے تھے۔ پس تم لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے ذریعہ ثمنِ قلیل نہ خریدو۔ جو لوگ ان احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جو اللہ نے نازل کیے ہیں وہی ظالم ہیں۔

اس چیز نے کسی بھی فرد یا ادارہ کی مطلق بالا دستی اور بے قید فرماں روائی کے تصور کو ختم کر دیا۔ اس نے کسی کو یہ حق ہی نہیں دیا کہ وہ دوسروں کے حقوق کا تعین کرے اور ان کی ذمہ داریاں بتائے، انسان خود بھی اپنے حقوق اور ذمہ داری کے تعین کا مجاز نہیں ہے۔ اس معاملہ میں ہر ایک کو خدا کے دیئے ہوئے قانون کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

یہاں اس قانون سازی کا ذکر نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود میں رہ کر ہوتی ہے۔ اس کی اجازت خود اس نے دی ہے۔ اسی کو تفقہ اور اجتہاد کہا جاتا ہے۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ کسی زندہ اور ابدی شریعت کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر وہ تغیر پذیر زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

انسانوں کے درمیان رنگ و نسل، زبان، خطۂ ارض، جنس، عہدہ اور منصب اور صنعت و حرفت وغیرہ کا فرق پایا جاتا ہے، لیکن اسی فرق کو انسان نے اپنی نادانی سے یہی نہیں کہ حقیقی فرق سمجھ لیا بلکہ اسے بلندی و پستی کا معیار بھی قرار دے دیا، کبھی اس نے سفید فام کو سیاہ فام سے اونچا قرار دیا، کبھی کسی خاص نسل کی دوسری نسلوں سے برتری کا تصور اس پر چھایا رہا، کبھی کسی زبان کے بولنے والوں کو دوسری زبان والوں سے برتر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھ بیٹھا، کبھی نوعی اور صنفی فرق اس کے نزدیک وجہِ تفوق بن گیا اور عورت پر مرد کی برتری ناقابلِ نزاع بنی رہی، آج بھی مساوات کے ہزار دعوؤں کے باوجود یہ فرق باقی ہے۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز کے اس تصور پر کاری ضرب لگائی اور اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ انسانوں کے درمیان فرق و اختلاف دراصل باہم تعارف کا ذریعہ ہے۔ حقیقی فرق نہیں ہے، یہ فرق اس لیے ہے تاکہ معلوم ہو کس فرد کا کس سرزمین اور کس ملک سے تعلق ہے؟ وہ کون سی زبان بولتا ہے اور اس کی جنس کیا ہے؟ یہ تعارف اصلاً ایک دوسرے کو جاننے اور پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ اگر سب کے رنگ روپ، شکل و صورت قد و قامت، زبان اور بولی ایک ہوتی تو انھیں پہچانا نہ جاتا، انسانوں کے درمیان یہ تنوع قدرت کی نشانی ہے کہ اس نے اس تنوع اور رنگارنگی کے اندر نوعِ انسانی کی وحدت باقی رکھی ہے۔ یہ کثرت میں وحدت کی دلیل ہے۔ اختلاف و انتشار کی دلیل نہیں ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا	اے لوگو، ہم نے تم کو ایک
خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ	مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں
وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ	قوموں اور قبیلوں میں کر دیا تاکہ تم
شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا	ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ	تم میں سب سے بزرگ اللہ تعالیٰ
اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ	کے نزدیک وہ ہے جو تم سب سے زیادہ
عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝	اس سے ڈرتا ہے۔ یقیناً اللہ علیم و
(الحجرات: ۱۳)	خبیر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد جو خطبہ دیا اس میں قومی اور نسلی برتری کے احساسات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور بتایا کہ آدم کی اولاد سب ایک حیثیت کی مالک ہے، ہاں تقویٰ، خدا ترسی اور رفعتِ کردار سے انسان عزت و سربلندی کے مقامِ رفیع تک پہونچتا ہے اور وہ دوسروں کے قابلِ احترام ٹھہرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا ایھا الناس الا ان	اے لوگو! سن لو! بے شک تمہارا رب
ربکم واحد وان	ایک ہے اور تمہارا باپ (بھی) ایک
أباکم واحد الا لا	ہے۔ سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر،
فضل لعربی علی عجمی	کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید کو
ولا لعجمی علی عربی	کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سفید پر کوئی
ولا لأحمر علی اسود ولا	فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے
لأسود علی احمر الا	(جس کے اندر جتنا تقویٰ ہوگا اتنا ہی
بالتقویٰ [1]	وہ صاحبِ فضیلت ہوگا)

یہ انسان کی مساوات کا واضح ڈیکلریشن تھا کہ کسی بھی فرد کو چاہے اس کا تعلق کسی بھی نسل و قوم سے ہو کسی دوسری رنگ و نسل اور قوم کے فرد پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ یہاں برتری کا معیار تقویٰ ہے۔ جو جتنا خدا ترس ہے وہ اتنا ہی عزت و احترام کا مستحق ہے۔[2]

انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز اور ان پر ظلم و زیادتی خدا کی آتشِ غضب کو بھڑکاتی ہے اور جس قوم کو یہ مرض لگ جائے وہ بالآخر تباہ ہو جاتی ہے۔ فرعون اور اس کی قوم نسلی تعصب اور احساسِ برتری میں مبتلا تھی اور وہ بنی اسرائیل کو اپنے مساوی حیثیت دینے کے لیے تیار نہ تھی، اس نے انھیں غلام بنائے رکھا تھا اور انھیں محض خدمت گار کی حیثیت سے دیکھتی تھی۔ نسل کشی کے ذریعہ ان کی افرادی قوت گھٹانے اور انھیں کمزور کرنے کی مسلسل تدبیریں کر رہی تھی اور ان کے ابھرنے کے تمام مواقع اس نے مسدود کر رکھے تھے۔ کسی قوم کے ایک طبقہ کو اس طرح دبانا اور کچلنا سنگین جرم تھا۔ قرآن مجید نے اس ظلم کو جگہ جگہ نمایاں کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی اس روش کے مقابلہ میں بنو اسرائیل جیسی کمزور قوم کو اوپر اٹھایا اور فرعون اور اس کی قوم اپنے انجامِ بد کو

---

[1] مسند احمد ۵/۴۱۱

[2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا رسالہ 'وحدت بنی آدم اور اسلام'۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہونچ کر رہی۔

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ
وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا
يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ
يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي
نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ
مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَنُرِيدُ
أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ
اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ
وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ
الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ
فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ
هَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم
مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝

(قصص: ۴-۶)

بے شک فرعون نے ارضِ مصر
میں سرکشی کی راہ اختیار کی اور وہاں
کے باشندوں کو فرقوں میں تقسیم
کر دیا۔ ان میں سے ایک فرقہ (بنی اسرائیل)
کو کم زور بنائے رکھا۔ ان کے بیٹوں کو
ذبح کر دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ
رکھتا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں
میں سے تھا۔ ہم ان لوگوں پر احسان کرنا
چاہتے تھے جو زمین میں کم زور بنا کر رکھے
گئے تھے۔ ان کو امام بنانا چاہتے تھے
اور ان کو زمین میں اقتدار دینا چاہتے
تھے اور فرعون، ہامان اور ان کے
لشکروں کو ان کے ذریعہ وہی کچھ دکھانا
چاہتے تھے جس سے وہ ڈر رہے تھے۔

عدل و احسان کا تصوّر

انسانوں کے درمیان مساوات کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ سب کے ساتھ عدل و انصاف ہو، کوئی بھی شخص ظلم و زیادتی کا ہدف نہ بننے پائے، اسلامی تعلیمات جن اساسات پر قائم ہیں ان میں سے ایک اساس عدل و انصاف ہے۔ اسلام نے عدل و انصاف کا تصور ابھارا اور اسے ایک زندہ اور فعّال تصور بنایا، اس نے کہا کہ یہ دنیا عدل پر قائم ہے، انسان کی زندگی بھی عدل ہی کی بنیاد پر درست ہو سکتی ہے، اس لیے اسے عدل کا پابند ہونا چاہیے، انسان کی تگ و تاز جب تک ظلم کی راہ پر ہے، معاشرہ بے چینی اور اضطراب سے دوچار اور سکون سے محروم رہے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝	سورج اور چاند کے لیے ایک
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝	حساب ہے (کہ وہ اس کے مطابق
وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ	گردش میں ہیں) اور پودے اور درخت
الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا	سجدہ کر رہے ہیں، اس نے آسمان
فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ	کو بلند کیا اور میزان رکھ دی کہ تم میزان
بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝	میں زیادتی نہ کرو۔ انصاف کے ساتھ
(رحمٰن: ۵-۹)	وزن کو قائم رکھو اور تولنے میں کمی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کا پورا دین صدق و عدل پر قائم ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ	تمہارے رب کی بات پوری ہے
صِدْقًا وَّعَدْلًا (الانعام: ۱۱۵)	باعتبار صدق اور باعتبار عدل[1]

مطلب یہ ہے کہ اس کی تمام تعلیمات اور اس نے غیب کی جو حقیقتیں بیان کی ہیں وہ سب کی سب درست اور صحیح ہیں، ان کو غلط قرار دینے کی کوئی معقول بنیاد نہیں ہے اور اس نے جو احکام دیے ہیں وہ ہر طرح کے جور و ستم سے پاک اور سراسر عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔

پیغمبروں کی بعثت کا ایک اہم مقصد عدل و قسط کا قیام ہے، اسلام اس کے لیے طاقت کے استعمال کو بھی غلط نہیں سمجھتا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا	ہم نے اپنے رسول دلائل کے
بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ	ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب
الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ	اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا	پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا۔ اس
الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ	میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ	لوگوں کے لیے بہت سے فائدے
اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ	بھی ہیں اور تاکہ اللہ دیکھے کہ بغیر دیکھے
بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ	کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد

۱؎ قال البیضاوی صدقاً فی الاخبار والمواعید وعدلاً فی الاقضیۃ والاحکام (بیضاوی ۳۱۸/۱ طبع بیروت ۱۹۸۸ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عَزِیْزٌ ۝ — کرتا ہے ۔ بے شک اللہ زور آور اور
(حدید : ۲۵) — زبردست ہے ۔

اسلام جس معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے اس کا تصور عدل و انصاف کے بغیر نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کی ہدایت ہے کہ ظلم و زیادتی کی روش سے پوری طرح احتراز کیا جائے اور کسی بھی معاملہ میں اور کسی بھی حال میں قدم جادۂ اعتدال سے ہٹنے نہ پائے ۔ اس نے عدل و انصاف کی ہدایت اور بغی و عدوان سے ممانعت ایک ساتھ کی ہے ۔ یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں ۔ ارشاد ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ — اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا
وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی — اور احسان کا اور قرابت داروں کو
الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ — (ان کا حق) ادا کرنے کا اور منع
وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ — کرتا ہے بے حیائی سے، منکر سے
لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ — اور زیادتی اور سرکشی سے ۔ وہ تمہیں
(نحل : ۹۰) — نصیحت کرتا ہے شاید تم نصیحت حاصل کرو ۔

دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا معاملہ ہونا چاہیے :۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا — اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ
کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ — کے لیے کھڑے ہونے والے ہو جاؤ ۔
بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ — عدل و انصاف کے شاہد بن کر ۔ کسی
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا — قوم کی دشمنی تمہیں اس پر ہرگز آمادہ نہ
اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی — کرے کہ تم عدل سے پھر جاؤ ۔ عدل کرو
وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ — یہ تقویٰ سے قریب تر ہے ۔ اللہ سے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ — ڈرتے رہو ۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے
(مائدہ : ۸) — ہو اس سے باخبر ہے ۔

اسلام کے نزدیک اقتدار اور حکومت قیام عدل کا ذریعہ ہے ۔ جس شخص کے ہاتھ میں ریاست کی باگ ڈور ہے اس کی ذمہ داری دوسروں سے زیادہ ہے ۔ وہ انصاف کو ہر حال میں قائم کرے گا اور ناانصافی سے اس کا دامن پاک ہوگا اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ریاست اپنے وسائل کو قیام عدل کے لیے استعمال کرے گی۔ حضرت داؤدؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ؀ (ص: ۲۶)

اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں نائب بنایا ہے۔ پس تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے مطابق فیصلہ کرو اور اپنی خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے گی بے شک جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ انھوں نے یوم حساب کو فراموش کر دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ؀ (مائدہ: ۴۲)

اگر تم ان کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز امام عادل ان لوگوں میں ہوگا جنھیں عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے گی جب کہ سوائے اس سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔[۱]

حضرت عبداللہ بن العاصؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان المقسطين عند الله على منابر من نور عن

بے شک انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں

---

[۱] متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یمین الرحمٰن وکلتا یدیہ یمین، الذین یعدلون فی حکمھم واھلیھم وما ولوا ۱

پر جلوہ افروز ہوں گے جو رحمان کے سیدھے ہاتھ کی طرف ہوں گے حالانکہ اس کے دونوں ہی ہاتھ سیدھے ہیں۔ انصاف کرنے والے وہ جو اپنے فیصلوں میں، اہل وعیال کے معاملہ میں اور جن کے وہ والی اور نگراں بنائے جائیں ان کے سلسلہ میں انصاف کرتے ہیں۔

عدل وانصاف سے متعلق اسلام کی یہ واضح ہدایات ہیں۔ ان پر صحیح معنی میں عمل درآمد ہو تو حق تلفی اور ظلم وزیادتی کی بیخ کنی ہو سکتی ہے اور ہر طرح کے استحصال سے پاک معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ (باقی آیندہ)

---

۱ مسلم (بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء)

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کی اہم پیشکش

ISLAMIC CIVILIZATION IN ITS REAL PERSPECTIVE

تحریک اسلامی کے معروف عالم دین مولانا صدرالدین اصلاحی مدظلہ کی مایہ ناز تصنیف "معرکۂ اسلام وجاہلیت" کا انگریزی ترجمہ ہے۔ اسلام کی بصیرت افروز آگہی کے لیے جاہلیت سے واقفیت ضروری ہے۔ جاہلی عناصر کس طرح اسلامی تصورات میں اپنی جگہ بناتے ہیں۔ اسلام اور جاہلیت کے درمیان مسلسل کش مکش کا اندازہ کیا ہے۔ خالص اسلام سے وابستگی کے تقاضے ان امور سے واقفیت کے بغیر ممکن نہیں۔

مترجم ڈاکٹر اسرار احمد خاں نے انتہائی معیاری و دلکش اسلوب میں اسے انگریزی کا جامہ پہنایا ہے۔ • صفحات ۱۳۷ • قیمت =/۹۰ روپے

ملنے کے پتے:

۱۔ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

۲۔ مرکزی مکتبہ اسلامی۔ ۳۔۱۳۵۳ چتلی قبر، دہلی ۱۱۰۰۰۶

© rasailojaraid.com